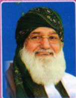
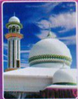
سیرت کی تعمیر قلوب کی تطہیر کا موثر لائحہ عمل

# مجلہ محی الدین فیصل آباد





جلد نمبر 4 | صفر المظفر 1439ھ 2017ء | شمارہ نمبر 7

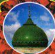
نور قرآن و حدیث

اللہ — خاطر محبت

## حضرت امام زین العابدین

## دل کی اصلاح کیلئے مولانا روم کا نسخہ

درسِ تصوف



حضرت داتا گنج بخش



حضرت مجدد الف ثانی

گوشۂ مبارک

m.mohiuddin.fsd.pk@gmail.com
mujallah mohiuddin faisalabad

زیر سرپرستی محبوب شیخ سعادت

## مجلہ محی الدین فیصل آباد

جلد نمبر 4 — 2017ء — شمارہ نمبر 7

فیضان صدیقی جاری رہے گا

غلام محی الدین غزنوی

حضرت پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب

زیر سرپرستی: سلطان العارفین — نور العارفین — پیر ظہیر الدین صدیقی — زاہد قاسم صدیقی

مدیر اعلیٰ: حافظ محمد عدیل یوسف صدیقی


### اس شمارے میں




### مجلس ادارت

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب

علامہ محمد عبد الحق صاحب

علامہ محمد اشرف الحق صاحب

علامہ محمد حبیب احمد صاحب

ڈاکٹر عبد الشکور صاحب

پروفیسر عبد الخالق صاحب

پروفیسر محمد اعجاز صدیقی صاحب

مدیر معاون: پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد اللہ صدیقی

مدیر: محمد دانش صدیقی

مدیر طباعت: حافظ امین صدیقی

کمپوزنگ: سعید احمد قادری

ٹائٹل ڈیزائن: محمد کلیم رضا

رابطہ آفس: فاروق آرٹس

رابطہ نمبر: 041-2636130 — 0321-7611417

ناشر: صدیقیہ پبلیکیشنز فیصل آباد

جامع مسجد محی الدین

# دل کی اِصلاح کے لیے مولانا روم کا نسخہ

## مولانا کے چند خوبصورت اشعار کا مجموعہ

**از ادارہ**

### ﴿دل کی اصلاح کے لیے کسی صاحب دل کی تلاش کرو﴾

مولانا روم کا شمار اُن بڑے بڑے علماء میں سے ہوتا ہے جو جید عالم بھی ہوں اور اُس کے ساتھ ساتھ روحانی دنیا میں بھی بہت بلند مقام رکھتے ہوں۔ علامہ اقبال نے اپنے کلام میں ان کو اپنا مرشد تسلیم کیا ہے۔ مثنوی مولانا روم روحانیت کے موضوع پر بہترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ آپ کی مثنوی قرآن اور حدیث کے اسباق کو شعروں کے لباس میں اپنے اندر اس طرح سموئے ہوئے کہ کسی بھی مکتبہ فکر کے صوفی کو آپ کے کلام پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہو سکتی بلکہ آپ کے اشعار کو بطور سند پیش کیا جاتا ہے۔

آپ نے مثنوی مولانا روم میں دو باتوں پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے۔ ایک تو یہ کہ شریعت کی سختی سے اتباع کی جائے اور دوسرا یہ کہ کسی شیخ کامل کا دامن مضبوطی سے تھام لیا جائے جو سالک کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر دے گا۔ بعض اوقات تو آپ یہ بھی کہہ جاتے ہیں کہ انسانوں کی تمام بیماریوں کا علاج ہی مرشد سے محبت رکھنے میں ہے۔ اس جگہ پر آپ کی مثنوی سے ماخوذ چند نہایت خوبصورت اور معروف اُن اشعار کا مجموعہ پیش کیا جا رہا ہے جو اکثر بڑے بڑے بزرگوں کی زبانوں پر جاری رہتے ہیں۔ یہ مجموعہ اس لیے بھی پیش کیا جا رہا ہے کہ خواہش مند حضرات کے لیے پوری مثنوی سے ایسے اشعار ڈھونڈ نکالنا کوئی معمولی اور آسان کام نہیں۔ ان اشعار کے معنی بھی لکھ دیے گئے ہیں لہٰذا ان کو سمجھنا کوئی مشکل بات نہیں۔

شیخ نورانی ز راہ آگہہ کند ‏ ‏ ‏ نور را بالفاظہا ہمرہ کند
(نورانی لوگ اللہ کی راہ سے آگاہ کرتے ہیں، اپنے الفاظ کلام کے ساتھ نور بھی ہمراہ کر دیتے ہیں)





از حدیث شیخ جمعیت رسد ‏ ‏ ‏ تفرقہ آرد دم اہل حسد
(شیخ کی بات سے سکون ملتا ہے۔ دنیاداروں کے کلام سے انتشار حاصل ہوتا ہے)

چونکہ دست خود بہ دست او دہی ‏ ‏ ‏ پس ز دست آکلان بیرون جہی
(جب تو اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دے گا، پس تو گمراہی کی دسترس سے نکل جائے گا)

رہبر راہ طریقت آن بود ‏ ‏ ‏ کو باحکام شریعت می رود
(راہِ طریقت کا راہبر وہ ہوتا ہے جو خود بھی شریعت کی راہ چلتا ہے)

گر نباشد در عمل ثابت قدم ‏ ‏ ‏ چون رہاند خلق را از دست غم
(اگر وہ عمل میں ثابت قدم نہ ہو تو مخلوق کو غم سے کیسے رہائی دلا سکتا ہے)

دست زن در دامن ہر کو ولیست ‏ ‏ ‏ خواہ از نسل عمر خواہ از علی ست
(جو بھی ولی اللہ ہو اُس کے ہاتھ میں دے دو خواہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہو یا عمر رضی اللہ کی)

گر تو گوئی نیست پیرے آشکار ‏ ‏ ‏ تو طلب کن در ہزار اندر ہزار
(اگر تو کہتا ہے کہ کوئی پیر نظر نہیں آتا، لاکھوں میں اُسے تلاش کر تو سہی)

زانکہ گر پیرے نہ باشد در جہان ‏ ‏ ‏ نے زمیں بر جائے ماندے نے مکان
(کیونکہ دنیا میں اگر کوئی پیر نہیں رہتا تو نہ زمین اور مکاں اپنی جگہ پر نہ رہے)

دست گیرد بندہ خاص الہ ‏ ‏ ‏ طالبان را می برد تا پیشگاہ
(اللہ تعالیٰ کے خاص بندے دستگیری کرتے ہیں، طالبان حق کو خدا کی بارگاہ میں لے جاتے ہیں)

گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی ‏ ‏ ‏ گر بہ صاحب دل رسی گوہر شوی
(اگر تو سخت پتھر اور سنگِ مرمر بھی ہو تو اگر کسی صاحب دل کے پاس پہنچے تو گوہر بن جائے)

مولانا روم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تلوار بنوانا چاہے تو وہ لوہار کے پاس جاتا ہے اور اگر کوئی حلوائی کا کام سیکھنا چاہے تو کسی حلوائی کی شاگردی کی جاتی ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی روحانی دنیا

میں قدم رکھنا چاہے تو اس کے لیے پیر کامل کے بغیر اس راستے کو طے کرنا ممکن نہیں۔ مولانا روم اس وقت تک مولانا روم نہ بن سکے جب تک حضرت شمس تبریز کی غلامی اختیار نہ کی

ہیچ کس از نزد خود چیزے نشد ہیچ آہن خنجرے تیزے نہ شد
(کوئی شخص اپنے تئیں کوئی چیز نہیں ہوسکتا، کوئی لوہا خود بخود تیز خنجر نہیں بن سکتا)

ہیچ حلوائی نشد استاد کار تاکہ شاگردے شکر ریزے نشد
(کوئی حلوائی اپنے کام کا استاد نہیں ہوتا جب تک کسی حلوائی کی شاگردی نہ کرے)

مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزے نہ شد
(مولانا اس وقت تک مولانا روم نہ بنے جب تک وہ شمس تبریز کے غلام نہ ہوئے)

﴿خدا کے ساتھ ہم نشینی چاہتے ہو تو اولیاء کے حضور میں آجاؤ﴾

مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح اسرافیل علیہ السلام مردہ بدنوں کو زندہ کر سکتے ہیں بالکل اسی طرح اولیاء کرام اعمال کے اعتبار سے مردہ انسانوں میں کردار کی روح پھونک سکتے ہیں۔ ان بزرگوں کے سینے میں خداوند قدوس کے جلوے موجود ہوتے ہیں اور اُن کی صحبت سے لوگ باخدا بن جاتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا او نشیند در حضور اولیاء
(جو بھی خدا کی ہم نشینی چاہتا ہے اُس کو کہو کہ اولیاء کے حضور بیٹھا کرے)

ہیں کہ اسرافیل وقت اند اولیاء مردہ را زیشاں حیات است و نما
(یاد رکھو کہ اولیاء اپنے وقت کے اسرافیل ہیں مردہ لوگوں کو ان سے زندگی اور نشوونما ملتی ہے)

مسجدے کو اندرونِ اولیاست سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست
(وہ مسجد اولیاء کے اندر ہے جملہ خلائق کی سجدہ گاہ ہے وہاں خدا ہے)

﴿اولیاء اللہ دلوں کے جاسوس ہیں﴾

مولانا فرماتے ہیں کہ اولیاء کے پاس جا کر بیٹھو تو دلوں میں کوئی معیوب بات یا





عقیدت میں فرق نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ دلوں کی باتوں کو بھی محسوس کر لیتے ہیں۔ احادیث میں ان کا جواسیس قلوب ہونے کا ذکر شرح تعرف میں ہے اور نور فراست سے ان کا دیکھنا حدیث سے ثابت ہے۔

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ
(مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے)

چون شوی دور از حضور اولیاء در حقیقت گشتہ دور از خدا
(جب تو اولیاء کی حاضری سے دور ہو گیا تو حقیقتاً تو خدا سے بھی دور ہو گیا)

آنکہ واقف گشت بر اسرار ہو سرّ مخلوقات چہ بود پیش او
(جو خدا کے اسرار سے واقف ہو گیا تو مخلوق کے راز اس کے لیے کیا ہیں؟)

بندگان خاص علام الغیوب در جہانِ جاں، جواسیس القلوب
(خدائے علام الغیوب کے خاص بندے روح کی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں)

مولانا فرماتے ہیں کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مولانا نے ان اولیاء کرام کی ضرورت سے زیادہ تعریف کر دی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُن کی خود پرورش کرتے ہیں اور فیضان خاص کے پیالے زیر تربیت اولیاء کو پلاتے رہتے ہیں جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی پرورش آپ ﷺ نے خود فرمائی اور پھر حکم دیا کہ فلاں شیخ سے جا کر بیعت کر لو تا کہ سلسلہ آگے بھی جاری رہے۔ فرماتے ہیں کہ لوگ ان اولیاء کرام پر شکوک کا اظہار کرتے ہیں مگر اپنی برائیوں پر نظر نہیں کرتے اگرچہ وہ خود مسجدوں کی سوداگری کرنے سے بھی عار نہیں کرتے۔

ما کلیسا دوست، ما مسجد فروش او ز دست مصطفی ﷺ پیمانہ نوش
(ہم تو کلیسا دوست اور مسجد فروش ہیں) وہ تو حضور ﷺ کے ہاتھوں سے پیمانہ پیتے ہیں)

در جہانِ بے ثبات اُو را ثبات مرگ او را از مقامات حیات
(اس جہان بے ثبات میں اُن کو قرار حاصل ہے اُن کی موت بھی زندگی کے مقامات سے ایک مقام ہے)

## ﴿ قانونِ خداوندی ہے کہ دین نظر کے بغیر ادھورا رہتا ہے ﴾

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر پیغمبر مبعوث فرمائے اور صرف کتابوں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر زمانے کے لیے کوئی نہ کوئی ہادی ضرور ارسال فرمایا ہے۔

"لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہوتا ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

علم و حکمت از کتب دیں از نظر — دیں مجو اندر کتب اے بے خبر

(اے بے خبر! دین کو کتابوں میں تلاش نہ کر علم و حکمت تو کتابوں میں مگر دین نظر سے ملتا ہے)

صحبت از علم کتابی خوشتر است — صحبت مردان حُر آدم گر است

(صحبت، کتابی علم سے بہتر ہے۔ آزاد بندوں کی صحبت آدم گری کرتی ہے)

در کنز و ہدیٰ نتواں یافت خدا را — در صفحہ دل بیں کہ کتاب بہ عظیم است

(کنز اور ہدیٰ میں خدا نہیں مل سکتا اوراقِ دل میں دیکھو یہ بہت عظیم کتاب ہے)

## ﴿ طریقت میں تنہا چلنا خطا ہے ﴾

مولانا روم فرماتے ہیں کہ اندھا بغیر کسی راہنمائی کے گھر سے باہر نکل نہیں سکتا اور ایسا کرنا اس کے لیے خطرے کا باعث ہوگا۔ جو لوگ خودسری کے باعث راہِ طریقت کو تنہا طے کرنے لگتے ہیں یا جو پہلے صحرائے بے پایاں میں سفر کر چکے ہیں وہ بھی ان اولیائے کرام کی ہمت کی وجہ سے طے کرتے ہیں۔

دست او را حق چو دست خویش خواند — تا ید اللہ فوق ایدیہم براند

(خدا نے اُن کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ کہا ہے، اسی لیے "ید اللہ" کی آیت نازل ہوئی ہے)

یار باید راہ را تنہا مرو — از سر خود اندریں صحرا مشو

(کسی راہ کے لیے ساتھی چاہیے تنہا مت جاؤ، خودسری سے اس صحرا میں قدم نہ رکھو)

☆☆☆☆





نور قرآن و حدیث

# اللہ کی خاطر محبت

از: شیخ الحدیث علامہ غلام رسول قاسمی

○ وَقَالَ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ (الکہف: ۲۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس روکو جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ وہ اس کی رضا کے طالب ہیں اور ان سے اپنی نگاہیں مت ہٹاؤ۔

○ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی؟ قَالَ قَائِلٌ الصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ، وَقَالَ قَائِلٌ الْجِهَادُ، قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ

(مسند احمد حدیث رقم: ۲۱۳۶۱، ابوداؤد حدیث رقم: ۴۵۹۹) سند ضعیف

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکلے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے پیارا ہے۔ کسی نے کہا نماز اور زکوٰۃ، کسی نے کہا جہاد۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے پیارا عمل اللہ کی خاطر محبت اور اللہ کی خاطر دشمنی ہے۔

○ وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَاُنَاسًا مَا هُمْ بِاَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللّٰهِ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ عَلٰی غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَاِنَّهُمْ لَعَلٰی نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ، وَقَرَءَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤد

ابوداؤد [ابوداؤد حدیث رقم: ۳۵۲۷]۔ وروی البغوی فی شرح السنۃ مثلہ عن ابی مالک الاشعری (حدیث رقم: ۳۴۶۴) والترمذی عن معاذ بن جبل (حدیث رقم:

۳۳۹۰) الحدیث صحیح ثابت

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ کے بندوں میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ نہ تو وہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء ہیں۔ قیامت کے دن اللہ کی طرف سے ان کا مرتبہ دیکھ کر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں بتانا پسند فرمائیں گے کہ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ایسی قوم ہے جو اللہ کی خاطر روحانی محبت رکھتے ہوں گے، نہ کوئی رشتہ داری ہوگی اور نہ مالی لین دین ہوگا۔ اللہ کی قسم ان کے چہرے نور ہوں گے اور وہ نور کے اوپر ہوں گے۔ وہ نہیں ڈریں گے جبکہ لوگ ڈر رہے ہوں گے اور غمگین نہیں ہوں گے جبکہ لوگ غمگین ہوں گے اور آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ خبردار بے شک اللہ کے ولیوں کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ کوئی غم ہوگا۔

○ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ رَوَاهُ مَالِكٌ (موطا مالک کتاب الشعر باب ما جاء فی المتحابین فی اللہ: ١٦ مسند احمد حدیث رقم: ٢٢١٩٢)۔ اسنادہ صحیح

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری محبت واجب ہوگی میری خاطر آپس میں محبت کرنے والوں پر، میری خاطر مل بیٹھنے والوں پر، میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں پر اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں پر۔

○ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَاْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

(ترمذی حدیث رقم: ٢٣٩٥، ابوداؤد حدیث رقم: ٤٨٣٢، سنن الدارمی حدیث رقم: ٢٠٦١، مسند احمد حدیث رقم: ١١٣٤٣) الحدیث صحیح رواہ الحاکم ایضا وقال صحیح ووافقه الذهبی

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مومن کے سوا کسی کی صحبت میں مت بیٹھ اور تیرا کھانا کوئی نہ کھائے سوائے تقویٰ والے کے۔





○ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مسلم حدیث رقم: ٧٥٠٦، ابوداؤد حدیث رقم: ٤٨٠٤)

ترجمہ: حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب منہ پر تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی پھینک دو۔

○ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ اَنَّ عَبْدَيْنِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَوَاحِدٌ فِي الْمَشْرِقِ وَآخَرُ فِي الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِيَّ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

(شعب الایمان للبیهقی حدیث رقم: ٩٠٢٢)۔ الحدیث ضعیف

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دو بندے آپس میں اللہ عزوجل کی خاطر محبت کرتے ہوں، ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں ہو تو اللہ انہیں قیامت کے دن اکٹھا کر دے گا اور فرمائے گا یہ ہے وہ بندہ جس سے تو میری خاطر محبت کرتا تھا۔

○ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَهٗ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا، قَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ اُرِيْدُ اَخًا لِيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ، قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ لَا غَيْرَ اَنِّيْ اَحْبَبْتُهٗ فِي اللّٰهِ، قَالَ فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ (مسلم حدیث رقم: ٦٥٤٩)

ترجمہ: انہی نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی اپنے بھائی کی زیارت کے لیے دوسرے گاؤں میں گیا۔ اللہ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا۔ اس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ کہا اس گاؤں میں اپنے بھائی کی زیارت کرنے جا رہا ہوں۔ پوچھا کیا تمہارا اس پر کوئی احسان ہے جس کا بدلہ لینے جا رہے ہو؟ کہا نہیں سوائے اس کے کہ میں اس سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ اس نے کہا میں تیری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں یہ پیغام لایا ہوں کہ اللہ تجھ سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تو نے اس سے اس کی خاطر محبت کی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

# گوش مبارک

﴿قاری منصور حسین تنویر﴾

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ)

حضور نبی کریم ﷺ کے ہر دو گوش مبارک کامل و تام تھے۔ قوت بصر کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قوت سمع بھی بطریق خرق عادت غایت درجہ کی عطا فرمائی تھی کہ آپ ﷺ قریب و بعید کو یکساں سنتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ شام کے وقت نکلے تو آپ ﷺ نے ایک آواز سنی تو فرمایا کہ یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ (بخاری شریف)۔

حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور پر نور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ناگہاں حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا: وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ ورحمۃ اللہ۔ حاضرین نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے کس کو سلام کا جواب دیا؟ فرمایا جعفر ابن طالب رضی اللہ عنہ فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوپر سے گزرے ہیں انہوں نے مجھے سلام کیا جس کا میں نے جواب دیا۔ (المستدرک)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو مجھ پر درود پڑھے مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے (یعنی میں اس کی آواز سنتا ہوں) چاہے وہ کہیں ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اور وفات کے بعد بھی، (آپ ﷺ سنیں گے؟) فرمایا اور وفات کے بعد بھی، کیونکہ اور وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا (طبرانی شریف)

دلائل الخیرات شریف کے خطبہ میں ہے: حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کے نزدیک، آپ ﷺ سے دور رہنے والوں اور بعد میں آنے والے کے درودوں کا کیا حال ہے؟ تو فرمایا کہ





ہم محبت والوں کے درود کو خود سنتے ہیں اور ان کو پہچانتے ہیں۔

ان احادیث مبارکہ کے بغور پڑھنے سے حضور جان رحمت ﷺ کی قوت سماعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم جہاں سے بھی درود و سلام عرض کریں مکین گنبد خضریٰ ہمارا درود و سلام سنتے ہیں۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ

ہم یہاں سے پڑھیں وہ مدینے سنیں
ایسی پاک سماعت پہ لاکھوں سلام

سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام جس طرح خود بے مثال و بے مثل ہیں ایسی ہی سرکار ﷺ کے جسم اطہر کا ہر عضو بے مثال ہے۔ دور و نزدیک کے سننے والے کان مبارک بھی بے مثل و بے مثال ہیں۔ آج کل کی حیرت انگیز ایجادات مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ کو دیکھ بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ ہزاروں میلوں کے فاصلے سے بولنے والے کی آواز بذریعہ ریڈیو سن لی جاتی ہے تو کیا اللہ کے پیارے محبوب دانائے غیوب ﷺ جو روحانیت و نورانیت کا منبع و مخزن ہیں اپنی روحانی قوت سے ہمارے درود و سلام نہیں سکتے؟ یقیناً سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سرکار مدینہ ﷺ کی محبت میں زندگی اور موت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین

☆☆☆☆☆

## محبت نامہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

حضور علامہ مولانا صوفی باصفا قبلہ حافظ جی علامہ عدیل یوسف صدیقی صاحب اللہ کریم آپ کا سایہ اہل سنت پر قائم و دائم رکھے اس مجلہ کو مزید برکتیں عطا فرمائے۔ دعاؤں کی گزارش ہے۔ اللہ کریم ہم سب کو حضور شیخ العالم کو فیضان مزید عطا فرمائے۔

منجانب: قاری منصور حسین تنویر

مدرس دارالعلوم قاسمیہ فاروقیہ کاسب شریف، بمقام و ڈاکخانہ چک کمالہ تحصیل و ضلع گجرات

0300-6437201

# حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

آپ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے منجھلے صاحب زادے ہیں، آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سلافہ (جو شہر بانو کے نام سے مشہور ہیں) ایران کے آخری شہنشاہ یزدگرد کی صاحب زادی تھیں۔

آپ کی ولادت باسعادت آپ کے جد امجد حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے دو سال قبل ۵/شعبان المعظم ۳۸ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ (۱)

آپ نے اپنے والد گرامی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے تعلیم و تربیت پائی، علاوہ ازیں اپنے چچا سیدنا امام حسن مجتبیٰ، حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اور امہات المومنین میں سے سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ صفیہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہن سے احادیث حاصل کیں۔ (۲)

## عبادت اور خشیت الٰہی:

آپ رضی اللہ عنہ کو عبادت و ریاضت کا خاص ذوق تھا، اس لگن اور کثرت عبادت کے باعث زین العابدین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ روزانہ ایک ہزار رکعت نفل ادا کرتے، حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میں نے علی بن حسین (زین العابدین رضی اللہ عنہ) سے زیادہ خشیت الٰہی رکھنے والا کوئی انسان نہیں دیکھا"......... (۳)

امام زہری رضی اللہ عنہ جب آپ کا ذکر کرتے تو رو پڑتے اور کہتے کہ تمام عبادت گزاروں کی زینت آپ کے باعث تھی۔ گویا صحیح معنوں میں آپ ہی زین العابدین کہلانے کے مستحق تھے۔ (۴)

خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ جب وضو کرتے تو رنگ زرد پڑ جاتا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو خوف سے کانپتے تھے۔ وجہ پوچھنے پر آپ نے فرمایا تم کیا جانو، کس کے حضور پیش ہوتا ہوں؟ (۵)





حج کے موقع پر احرام باندھنے لگے تو خوف خدا کی وجہ سے ایسا لرزہ طاری ہوا کہ زبان سے لبیک تک نہ نکل سکا۔ لوگوں کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا:

مجھے ڈر ہے کہ میں لبیک کہوں تو اُدھر سے جواب آئے: لالبیک "تیری حاضری قبول نہیں"..........

لوگوں نے ہمت دلائی تو جوں ہی لبیک کہا، خوف الٰہی سے بے ہوش ہو کر سواری سے گر پڑے۔ (۶)

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے میں کو حطیم کعبہ میں سجدہ کی حالت میں یہ دعا کرتے ہوئے پایا:

عُبَيْدُكَ بِفِنَائِكَ سَائِلُكَ بِفِنَائِكَ فَقِيْرُكَ بِفِنَائِكَ .......... (۷)

"(بار الٰہا!) تیرا بندہ تیری بارگاہ میں حاضر ہے، تیرا سائل تیری بارگاہ میں حاضر ہے اور تیرا فقیر تیری بارگاہ میں حاضر ہے۔"..........

طاؤس کہتے ہیں کہ قسم بخدا میں نے یہ دعا جس مصیبت میں بھی پڑھی، وہ فوراً دور ہو گئی۔

عبادت میں محویت کا یہ عالم کہ ایک مرتبہ جس کمرے میں نماز پڑھ رہے تھے، اسے آگ لگ گئی۔ آپ سجدے میں تھے، لوگوں نے شور مچایا، اے فرزند رسول! آگ لگی ہوئی ہے، مکان سے باہر تشریف لے چلیں۔ مگر آپ نے پروا نہ کی اور بلا خوف و خطر بدستور نماز پڑھتے رہے، یہاں تک کہ آگ بجھ گئی۔ عرض کی گئی کہ آپ کو آگ سے بے پروا کس چیز نے کیا؟ فرمایا، اخروی آگ، یعنی نار جہنم کے خوف نے مجھے اس آگ سے غافل کر دیا۔ (۸)

آپ فرماتے:

"کچھ لوگ خوف خدا کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں، یہ غلاموں کی عبادت ہے، کچھ لوگ جنت کے طمع میں عبادت کرتے ہیں، یہ تاجروں کی عبادت ہے اور کچھ لوگ خاص شکر الٰہی سے عبادت کرتے ہیں، یہی آزاد بندوں کی عبادت ہے۔" (۹)

**جود وسخا:**

صدقہ وخیرات اور جود وعطا میں بھی اپنے والد گرامی اور جد امجد کے مظہر اتم تھے۔ آپ کو نام ونمود سے غرض نہ تھی، خفیہ صدقہ کرتے اور فرماتے:

''رات کا صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو فرو، دل اور قبر کو منور اور بندے سے قیامت کی ظلمت وتاریکی کو دور کرتا ہے۔''.........

دو مرتبہ تو آپ نے اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دیا۔ راتوں کو اپنی پشت پر روٹیوں کی بوری لاد کر نکلتے اور مستحقین کے گھر پہنچاتے۔ مدینہ منورہ کے متعدد نادار گھرانوں کی آپ کفالت فرماتے اور انہیں خبر تک نہ ہوتی کہ ان کا خرچ کہاں سے آتا ہے۔ جب امام زین العابدین ؓ کا وصال ہوا، تب انہیں پتا چلا کہ یہ تو امام زین العابدین ؓ کے جود وسخا کا فیض تھا۔

جریر کا بیان ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو غسل دیتے ہوئے آپ کی پیٹھ پر سیاہ نشانات دیکھے گئے۔ تحقیق سے پتا چلا کہ یہ روٹیوں سے بھری ہوئی ان بوریوں کے نشانات ہیں، جنہیں آپ اپنی پشت پر اٹھا کر راتوں کو مستحقین میں تقسیم فرماتے۔ (۱۰)

**عفو ودرگزر:**

آپ مجسمۂ اخلاق اور پیکر مہر ومروت تھے۔ ایک دفعہ مسجد سے نکل رہے تھے کہ ایک آدمی نے گالی دی، آپ کے عقیدت کیش غصہ میں اس شخص کی طرف لپکے، آپ نے فرمایا:

''ٹھہرو، اس کو کچھ نہ کہو۔ پھر وہ خود اس شخص کی طرف بڑھے اور فرمایا:

ہمارے بہت سے عیوب تم سے پوشیدہ ہیں۔ تمہاری کوئی حاجت ہے تو بتاؤ، ہم پوری کر دیں۔ وہ شخص نادم ہوا، آپ نے اپنی چادر اور ایک ہزار درہم اسے عطا فرمائے۔ اس واقعہ کے بعد جب بھی وہ آدمی آپ کو دیکھتا تو پکار اٹھتا، میں شہادت دیتا ہوں کہ واقعی آپ رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ہیں''.........(۱۱)





ایک بار ایک باندی آپ کو وضو کروا رہی تھی، اچانک لوٹا اس کے ہاتھ سے گر کر آپ کے چہرہ پر لگا، جس سے چہرہ زخمی ہو گیا۔ آپ نے اوپر دیکھا تو باندی نے کہا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ .........

''(متقی وہ ہیں جو) غصہ کو ضبط کرنے والے ہیں''.........

آپ نے فرمایا:

کظمت غیظی.........

''میں نے اپنا غصہ فرو کیا''.........

باندی نے کہا:

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ.........

''اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں''.........

فرمایا:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ.........

''اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے''.........

باندی نے پھر عرض کی:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ.........

''اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''.........(۱۲)

آپ نے فرمایا:

''جا، تجھے اللہ کی رضا کے لیے آزاد کیا''.........(۱۳)

ایک مرتبہ آپ کے پاس کچھ مہمان آئے، آپ نے خادم کو کھانا لانے کا حکم دیا، وہ تنور میں بھنے ہوئے گوشت کی سیخ لے کر آ رہا تھا کہ وہ سیخ آپ کے ایک بچے پر گر گئی، بچہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گیا۔ حضرت زین العابدین ؓ نے ناراضی کے بجائے غلام سے فرمایا:

"تو نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا، جا تو آزاد ہے"۔......... (۱۴)

**حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت:**

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو شیخین کریمین سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بڑی محبت وعقیدت تھی۔ آپ فرماتے، ان دونوں حضرات کا حضور کی ظاہری حیات مبارکہ میں جو مقام ومرتبہ تھا، آپ کے وصال فرما جانے کے بعد بھی وہی درجہ ہے۔ (۱۵)

ایک بار چند عراقی آپ کی خدمت میں آئے اور خلفاء ثلاثہ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازیبا کلمات کہے۔ آپ نے فرمایا:

تم اسلام کا تمسخر اڑاتے ہو، یہاں سے نکل جاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے سمجھے۔ (۱۶)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میرے والد ماجد حضرت علی بن حسین (زین العابدین رضی اللہ عنہ) سے ایک شخص نے عرض کی: ابوبکر کے بارے میں کچھ بتائیں؟ آپ نے پوچھا، کیا تم صدیق کے متعلق پوچھتے ہو؟ اس شخص نے تعجب سے کہا، آپ بھی انہیں صدیق کہتے ہیں؟ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ناراض ہو کر فرمایا:

تجھے تیری ماں روئے، رسول اللہ اور مہاجرین وانصار، جو کہ ہم سے بہتر ہیں، انہیں صدیق کہتے ہیں:

فَمَنْ لَّمْ يُسَمِّهٖ صِدِّيْقًا فَلَا صَدَّقَ اللّٰهُ قَوْلَهٗ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ ......... (۱۷)

"جو شخص آپ کو صدیق نہیں مانتا، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی بات کو سچا نہ کرے"۔.........

**پیکر صبر و رضا:**

آپ قرب الٰہی کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔ صبر و رضا کے پیکر تھے، مصائب کو خندہ پیشانی





سے برداشت کرتے۔ حالاں کہ مقام یہ تھا کہ اگر چاہتے تو مصیبتیں ٹل جاتیں۔ چناں چہ ایک بار عبد الملک نے آپ کو قید میں ڈالا اور پابند سلاسل کر دیا، امام ابن شہاب زہری ملنے آئے اور ہاتھوں اور پاؤں میں بیڑیاں دیکھ کر رونے لگے۔ عرض کی، کاش آپ کی جگہ مجھے پابند سلاسل کر دیا جاتا اور آپ سلامت رہتے۔ آپ نے فرمایا:

زہری! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں اس طوق وسلاسل کی وجہ سے سخت تکلیف میں ہوں۔ چاہوں تو ابھی آزاد ہو جاؤں۔ یہ فرمایا اور ساتھ ہی ہاتھوں اور پاؤں کی بیڑیوں سے باہر نکال لیا۔ (۱۸)

**ہیبت وجلال:**

اللہ تعالیٰ نے آپ کو نسبی عزت وحشمت کے ساتھ رعب ودبدبہ اور ہیبت وجلال بھی عطا فرمایا تھا۔ متعدد مؤرخین ومحدثین تحریر کرتے ہیں کہ ہشام بن عبد الملک حج کے لیے گیا تو کثرت ہجوم کے باعث کوشش کے باوجود حجر اسود کو بوسہ دینے میں ناکام رہا۔ اس نے صحن حرم میں منبر رکھوایا اور اس پر بیٹھ گیا۔ شام کے لوگوں نے اس کے گرد حلقہ بنا رکھا تھا۔ اسی اثنا میں سیدنا امام زین العابدین طواف کے لیے تشریف لائے۔ حجر اسود کی طرف بڑھے تو لوگوں نے آپ کے احترام اور ہیبت وجلال کے باعث راستہ چھوڑ دیا اور آپ نے بآسانی حجر اسود کو بوسہ دیا۔ ایک شامی نے آپ کے جلال اور حسن وجمال کو دیکھ کر ہشام سے پوچھا، یہ کون ہیں؟ ہشام نے اس خوف سے کہ کہیں شامی ان کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں، نہایت حقارت سے کہا، مجھے کیا پتا یہ کون ہے؟ قریب ہی فرزدق شاعر موجود تھا، اس نے کہا، ہاں! مجھے پتا ہے کہ یہ کون ہیں، لوگوں نے کہا، بتایئے۔ فرزدق نے حضرت امام زین العابدین کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے فی البدیہہ نہایت خوب صورت مدحیہ اشعار پڑھے، چند شعر یہ ہیں:

هٰذَا الَّذِيْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْأَتَهٗ
وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ
هٰذَا ابْنُ خَيْرِ عِبَادِ اللّٰهِ كُلِّهِمُ

هذا التَّقِى النَّقِى الطاهِرُ الْعِلَمُ

ينجابُ نُورُ الْهُدىٰ عَن نُوْرِ غُرَّتِهٖ

كَالشَّمْسِ يُنْجَابُ عَن اِشْرَاقِهَا الظُّلَمُ

هذا ابنُ فاطِمَةَ ان كنتَ جاهلهٗ

بجدِّه انبياء اللّٰه قد ختموا

من معشر حبهم دين وبغضهمُ

كفر وقربهم منجى ومعتصمُ

من يعرف اللّٰه يعرف اولية ذا

فالدين من بيت هذا ناله الامةُ

☆ ''یہ وہ ہیں جن کے خرام ناز سے سرزمین بطحا آشنا ہے، انہیں بیت اللہ شریف اور حل وحرم پہچانتے ہیں......

☆ آپ اللہ کی ساری مخلوق سے بہتر شخصیت کے شہزادے ہیں، جو (خود بھی) متقی، طیب و طاہر اور مجسم علم ہیں......

☆ آپ کی روشن و پرنور جبین سے نور ہدایت کا ظہور ہو رہا ہے، جیسے آفتاب کی روشنی سے اندھیرے زائل ہو جاتے ہیں......

☆ اگر تو جاہل ہے تو جان لے کہ یہ سیدہ فاطمۃ الزہراء() کے لخت جگر ہیں، جن کے جد امجد خاتم النبیین ہیں......

☆ یہ وہ خانوادہ ہے کہ ان کی محبت، دین اور ان سے بغض و عداوت، کفر ہے، ان کا قرب نجات دہندہ اور مضبوط سہارا ہے......

☆ جو شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے، وہ ان کی اوّلیت سے واقف ہے۔ لوگوں نے دین کو ان ہی کے گھر سے حاصل کیا ہے''......





فرزدق نے یہ قصیدہ پڑھا تو ہشام نے سخت برافروختہ ہو کر اسے قید میں ڈلوا دیا۔ سیدنا امام زین العابدین ؓ نے بارہ ہزار درہم عطیہ بھجوایا مگر فرزدق نے یہ کہہ کر رقم واپس کر دی کہ میں نے عطیہ کے لیے نہیں بلکہ رضائے الٰہی کی غرض سے مدح کی ہے۔ حضرت امام زین العابدین ؓ نے رقم دوبارہ بھیج دی اور فرمایا:

''ہم اہل بیت جب کچھ عطا کر دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیتے''......

چناں چہ فرزدق نے اسے قبول کر لیا۔(۱۹)

## وصال:

حضرت امام زین العابدین ؓ نے ۱۲/محرم الحرام ۹۴ھ میں بہ عمر ۵۷ سال مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ بعض کا خیال ہے کہ ولید بن عبدالملک نے آپ کو زہر دلوایا، جو جان لیوا ثابت ہوا۔ آپ جنت البقیع میں اپنے چچا حضرت امام حسن مجتبیٰ ؓ کے پہلو میں آسودۂ جنت ہیں۔(۲۰)

امام زین العابدین اپنے والد گرامی کے ساتھ کربلا کے میدان میں موجود تھے، جب آپ کی عمر ۲۲ سال پانچ ماہ تھی۔ آپ نے معرکہ کربلا کے تمام خونی مناظر اپنی نگاہوں سے دیکھے۔ شدید علالت کے باعث جنگ میں حصہ نہ لیا۔(۲۱)

حسینی سادات کی نسل آپ ہی سے جاری ہوئی۔ آپ کے گیارہ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔(۲۲)

بلاشبہ آپ اپنے والد گرامی سید الشہداء امام عالی مقام ؓ کی نسبی و روحانی عظمتوں کے امین تھے۔

## حوالہ جات:


۱...... نور الابصار، صفحہ ۱۳۹

۲...... تھذیب التھذیب، جلد ۷، صفحہ ۳۰۴

۳....... مختصر تاریخ دمشق، جلد ۱۷، صفحہ ۲۳۶
۴....... مختصر تاریخ ابن عساکر، جلد ۱۷، صفحہ ۲۳۵
۵....... البدایۃ والنھایۃ، جلد ۹، صفحہ ۱۰۵
۶....... ایضاً
۷....... ایضاً
۸....... صفۃ الصفوۃ، جلد ۲، صفحہ ۵۲
۹....... مرآۃ الجنان، جلد ۱، صفحہ ۱۹۱
۱۰....... البدایۃ والنھایۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۸
۱۱....... الطبقات الکبریٰ، جلد ۱، صفحہ ۲۸
۱۲....... آل عمران ۳:۱۳۳
۱۳....... البدایۃ والنھایۃ، جلد ۹، صفحہ ۱۰۷
۱۴....... مرجع سابق/ صفۃ الصفوۃ، جلد ۲، صفحہ ۵۶
۱۵....... البدایۃ والنھایۃ، جلد ۹، صفحہ ۱۰۵
۱۶....... ایضاً
۱۷....... مختصر تاریخ ابن عساکر، جلد ۱۷، صفحہ ۲۳۱
۱۸....... مختصر تاریخ دمشق، جلد ۱۷، صفحہ ۲۳۳/ حلیۃ الاولیاء، جلد ۳، صفحہ ۱۳۳
۱۹....... البدایۃ والنھایۃ، جلد ۹، صفحہ ۸۔۱۰۹/ مرآۃ الجنان، جلد ۱، صفحہ ۲۱۔۲۳۹/ مختصر تاریخ دمشق، جلد ۱۷، صفحہ ۸۔۲۳۶
۲۰....... نور الابصار، صفحہ ۱۳۲
۲۱....... ایضاً، صفحہ ۱۳۹
۲۲....... ایضاً






# حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات

﴿راجا رشید محمود﴾

آج سے قریباً ایک ہزار سال پہلے مخدوم الاولیاء حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز نے کفرستانِ ہند میں دینِ متین کی تبلیغ کا بیڑا اٹھایا اور لاکھوں گم کشتگانِ راہ کو اسلام کی حقیقی منزل کی نشان دہی کی۔ وہ جن کے دل بت کدے تھے، نگاہیں نورِ ہدایت سے بیگانہ تھیں اور سینے محبت الٰہی سے خالی تھے، انہیں صداقت و حقیقت کی راہوں کا شناسا کیا، ان کے سینوں میں خالق و مالک حقیقی کے عشق کو راہ روی اور دل و نگاہ کو تجلیات انوار اسلام سے مستنیر کیا۔ آج تک ان کے روحانی فیوض و برکات سے لوگ مستفید ہوتے ہیں، ان کا مرقد پر انوار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

جس زمانے میں حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں شمع معرفت کے انوار کو عام کیا، رشد و ہدایت کے فیضان کو پھیلایا اور بت کدوں کو لرزا دیا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے قدم ابھی جمے نہیں تھے، ان کے سیاسی استحکام کی منزل ابھی دور تھی، ابھی اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ اسلام کو ایک کامل و اکمل دین کے طور پر برصغیر کے باسیوں کے سامنے واضح شکل میں پیش کیا جائے اور یہ کام وہی لوگ کر سکتے تھے جن کی زندگیوں پر اسلام نافذ تھا، جن کے دل خدا کی محبت اور محبوب خدا ﷺ کی عظمت کے احساس سے مملو تھے، جو اسلام کو سمجھتے تھے اور احساس سے بہرہ ور تھے کہ اپنی گفتار اور اپنے کردار سے اس حقیقت کو لوگوں کے جسموں اور دلوں میں راسخ کر دیں۔ چنانچہ حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے مرشد برحق کے حکم سے لاہور میں جلوہ افروز ہوئے تو برصغیر کے اس مرکز علم و تہذیب سے آفتاب اسلام کی ضو پاشیوں کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ وہ تادم حیات لاہور سے باہر تشریف نہ لے گئے اور اب مسلمان ان کے مزار اقدس سے کسب فیض کرتے ہیں۔

جن نفوس قدسیہ نے ملت اسلامیہ پر احسانات کیے، دین اسلام کی تبلیغ و تشہیر میں زندگیاں گزار دیں، جن کے دم قدم سے ہمیں اسلام کی برکات سے متمتع ہونے کے مواقع ملے ہیں، جنھوں نے سرکار ہر عالم نور مجسم ﷺ کی تعلیم کو حرز جاں بنایا اور ان کے اخلاق کو فروغ دیا، ان کا ذکر ہماری محفلوں کی جان اور ان کی یاد ہماری زندگیوں کا سرمایہ ہونا چاہیے۔ جو قوم اپنے محسنوں کو بھول جانے کی حماقت کرے اور نور کے میناروں سے اکتساب نہ کرے، وہ ذلت و نکبت

کے اندھیروں کا شکار ہو جاتی ہے۔ جن بزرگوں کے دم قدم سے اسلام دنیا میں پھیلا اور جن کے اخلاق کریمانہ کے اثرات نسلاً بعد نسلاً قوموں کی اجتماعی زندگی پر ہوئے، ان کے ذکر سے زبان و قلم کو جلا بخشنا اور ان کی یاد سے قلوب و اذہان کو سنوارنا، ملی زندگی کے لیے آبِ حیات کا کام کرے گا اور اس میں کوتاہی سم قاتل کا درجہ رکھتی ہے۔ ہم میں سے کچھ لوگ تو سرے سے ایسے بزرگوں کے ذکر کی اہمیت ہی سے انکار کرتے ہیں اور ان کی یاد منانے کو کارِ بے خیر گردانتے ہیں، ایسوں کی بے عقلی اور بدقسمتی کو کیا کہا جائے، لیکن کچھ ایسے بھی تو ہیں جو اولیائے کرام کے نام لیوا ہیں، ان کے روحانی فیوض و برکات کا ذکر کرتے ہیں، ان کی یاد میں محفلیں برپا کرتے ہیں لیکن ان بزرگانِ دین کی تعلیمات سے غافل ہیں۔

دیکھنا تو یہ چاہیے کہ جس ولی کامل کا ہم ذکر کرتے ہیں، انہوں نے ہمیں کیا راہ دکھائی اور کن راہوں پر چلنے سے ہمیں باز رکھا ہے، جب تک ہم محض زبان سے بزرگوں کی محبت کا دعویٰ کریں گے اور اپنے کردار کو ان کی تعلیمات و ارشادات سے مزین نہیں کریں گے، محبت کے دعوے جھوٹے ہوں گے اور ہم دنیا میں باعزت زندگی گزارنے کے اہل نہیں ہو سکتے۔

حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہماری محبت بجا، ہماری عقیدت مسلم...... مگر بات تو جب ہے، جب ہم ان کی تعلیمات کی روشنی کو اپنی بصارت و بصیرت کا نور سمجھیں، ان کے فرمودات کی تبلیغ کریں اور اپنے آپ کو ان سانچوں میں ڈھالیں جو حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق مردِ مومن کے لیے لازم ہیں۔

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہماری نظروں میں ولی کامل ہیں، مخدوم الاولیاء ہیں، سلطان الاصفیاء ہیں، انہوں نے واضح طور پر ہمیں بتا دیا ہے کہ جو:

"ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کا دوست اور اللہ کے جملہ احکام کا پابند ہو، ولی ہے"......

پھر ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"یاد رکھو ولایت میں سنت نبوی ﷺ کی پیروی لازمی ہے"......

پھر کیا وجہ ہے کہ ہم سنت نبوی کے تارکوں کے متعلق یہ سوچنے کی زحمت بھی گوارا کرتے ہیں کہ ممکن ہے یہ ولی اللہ ہو۔

کشف المحجوب میں حضرت داتا صاحب نے معرفت اور حقائق کے اسرار بے





حجاب کیے ہیں، زندگی مستعار کے انحصار کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے علم کی وسعت کا حوالہ دیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

"علم وہی فرض ہے، جس پر عمل ہو سکے"......

پھر ہم علم کو دل پر کیوں استعمال نہیں کرتے اور محض بدن پر برت کر اپنے لیے سانپ کیوں بنا لیتے ہیں۔ ہم اپنے ارد گرد بیسیوں فقیر دیکھتے ہیں، سینکڑوں گلیم پوش بھی نظر آتے ہیں، مگر فقراء کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے محرم اسرار فقر شیخ علی ہجویری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"فقیر کا ایک ظاہری طریق ہے اور اس کی اساس مفلسی اور بے چارگی ہے، دوسرا پہلو حقیقت کا ہے، جو اقبال و اختیار پر مبنی ہے۔ جس نے ظاہری طریق پر اکتفا کیا، اسے کوئی نفع نہ ملا اور جس نے حقیقت حاصل کر لی، وہ موجودات سے روگرداں ہوا اور تمام ماسوا کی نفی کرتا ہوا دیدارِ کلی سے سرفراز ہوا"......

پھر ہم ایسے فقیروں کی تلاش میں کیوں نہیں ہیں جو ماسوا کی نفی کرتے ہوئے دیدارِ کلی سے فیض یاب ہوں، ہم ایسے فقر کے حصول کی خواہش کیوں نہیں رکھتے؟

حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کے معنی سے انکار کو مکمل شریعت مصطفیٰ ﷺ، تمام اخلاق ستودہ کے انکار کے مترادف قرار دیا ہے، مگر ہر کسی کو صوفی کہنے کی مناہی کی ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

"صوفی وہ ہے کہ جب گفتگو کرے تو اس کی گفتگو سراسر بیان حقائق ہو اور جب خاموش ہو تو اس کا عمل اور فعل شارح حال ہو"۔

پھر ہم کیوں غور نہیں کرتے کہ جنھیں ہم صوفی کہتے ہیں، وہ صوفی ہیں، متصوف ہیں یا مستصوف۔ صاحب کشف المحجوب نے تصوف کے طالبوں کو چار گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔

اولاً...... جو یہ امید لے کر بڑھتے ہیں کہ ان کو بھی اہل تصوف کا مقام نصیب ہو، ان کی ابتدا کشف احوال، ترک خواہشات اور مجاہدہ نفس سے ہوتی ہے۔

ثانیاً...... وہ لوگ جن کی درستی تن، سکون، قلب اور صحت دل انہیں اہل تصوف کے حالات ظاہر کو دیکھنے کی توفیق کرے اور وہ یہ دیکھیں کہ صوفیہ پابند شریعت ہیں، آداب اسلام کے پابند ہیں اور خوبی معاملات سے آراستہ ہیں۔

ثانیا...... وہ جو انسانیت، اخلاق حسنہ اور سلامتی طبع کے زیر اثر صوفیہ کرام کے افعال کا مطالعہ کرتے ہیں۔

رابعا...... وہ جن کی حب مرتبہ بغیر استطاعت کے اور خواہش عظمت بغیر علم کے ان کو مغالطے میں مبتلا کر دیتی ہے کہ صوفیائے کرام کا ظاہر ہی سب کچھ ہے...... صوفیہ کرام کو علم ہوتا ہے کہ یہ لوگ حق ناآشنا ہیں۔

حضرات! اپنے ممدوح کے ارشاد کی روشنی میں ہم اپنے گریبان میں جھانکیں تو سہی کہ ہم کون سے گروہ میں سے ہیں...... اور یہ بھی دیکھیں کہ تصوف کے طالبوں میں سے ہیں بھی، کہیں اس کے مخالفوں میں سے تو نہیں۔

شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"مشائخ طریقت کی ایک جماعت نے راہ ملامت اختیار کی ہے، ملامت خلوص محبت میں بہت تاثیر رکھتی ہے اور ذوق کامل کی نشان دہی کرتی ہے"......

پھر کیا ہم اس سمت توجہ دیتے ہیں کہ کون صوفی ملامتِ سلامت روی کے عالم میں ہے، کون ملامتِ قصد کے حال میں ہے اور کس کو ملامت قصد نے گھیر رکھا ہے اور اگر ہمیں ان جزئیات کا علم نہیں ہے تو ہم تصوف کے موضوع پر گفتگو کی جسارت کیوں کرتے ہیں۔ ہم نے کبھی حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر توجہ دی ہے اور ان کو اپنے دل و دماغ میں بسانے کی اہمیت بھی ہے۔

ہمیں علم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذکر میں انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نماز شب میں قرآن آہستہ کیوں پڑھتے ہیں تو انہوں نے عرض کی، میں جس کے سامنے مناجات کرتا ہوں وہ بہت اچھا سننے والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضور آقا و مولا ﷺ نے پوچھا کہ بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں سونے والوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو دور کرتا ہوں۔ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اشارہ مشاہدے کی طرف تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مجاہدے کی طرف۔

پھر کیا ہم نے مشاہدے اور مجاہدے کا فرق ذہن نشین کیا ہے؟ داتا صاحب فرماتے ہیں کہ مجاہدہ کا مقام مشاہدے کے مقابل ایسا ہی ہے جیسا کہ قطرہ سمندر کے مقابلے میں۔ پھر اگر ہم نے کشف المحجوب پڑھی اور اس کے مندرجات کا اذہان و قلوب میں جاگزیں کیا ہو تو ہمیں معلوم ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گوشہ نشینی کو بری صحبت کی نسبت باعث راحت قرار دیتے ہیں اور





اہل تصوف بذل، مال و جان، تسلیم امور اور خلوص عبادت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہیں، نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تلقین کرتے ہیں:

زن و فرزند کے معاملے کو ہر کام سے زیادہ اہمیت نہ دے، اگر وہ اللہ کے دوست ہیں تو اللہ اپنے دوستوں کو ضائع نہیں کرتا اور اگر وہ اللہ کے دشمن ہیں تو تجھے اس کے دشمنوں سے کیا تعلق؟"......

پھر کیا ہمیں علم ہے کہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"دس چیزیں، دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں، توبہ گناہ کو، جھوٹ رزق کو، غیبت عمل کو، غم عمر کو، صدقہ بلا کو، غصہ عقل کو، پشیمانی سخاوت کو، تکبر علم کو، نیکی بدی کو اور عدل ظلم کو"......

اور اگر ہمیں ان کے اس ارشاد کا علم ہے بھی تو کیا ہم نے اپنے انفرادی اور اجتماعی کردار پر اس ارشاد پر توجہ دی ہے؟ کبھی ہم نے سوچا ہے کہ ہم جھوٹ سے اتنی محبت کیوں کرتے ہیں، غیبت سے نفور نہیں ہے تو ہمارے اعمال صالحہ باقی کہاں رہتے ہیں، پھر غم دوراں اور غم جاناں کے حوالے سے عمر رواں کو سرپٹ دوڑانے کی طرف کیوں مائل ہیں؟ غصے کو پی جانے کی عادت کو اختیار نہیں کرتے تو خداوند تبارک و تعالیٰ ہمیں اچھا کیوں سمجھے گا اور ہم عقل مند کیسے کہلا سکتے ہیں؟ ہمارے عالموں میں سے کتنے ہیں جو تکبر میں مبتلا نہیں ہیں اور یوں داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بقول جاہل ہیں۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو استغفار کی راہ اختیار کرتے ہیں تاکہ گناہوں سے نجات مل جائے، صدقہ دیتے ہیں تاکہ بلاؤں کا نزول نہ ہو، عدل کو شعار کرتے ہیں تاکہ ظلم کا استیصال ہو سکے۔

داتا صاحب قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

"کیا ہم داتا کے محبوں نے کبھی غور کیا ہے کہ ہم کون سا کام نفسانی اغراض سے ہٹ کر کرتے ہیں، محض خدا کو خوش کرنے کی غرض سے ہم کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے ہمیں تلقین کی تھی کہ نوجوان بوڑھوں کا پاس کریں، مگر کیا آج کل کے نوجوان پاس ادب کی صفت سے عاری نہیں ہیں؟ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے تین قسم کے لوگوں سے دور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے، غافل علماء سے، جنہوں نے دنیا کو اپنے دل کا قبلہ، شریعت کو اپنے گھر کی لونڈی اور ظالم امراء کی بارگاہ کو محض جاہ و ثروت کی خاطر سجدہ گاہ بنا لیا ہے، ریاکار فقراء سے جو فقط اغراض نفسانی کے لیے لوگوں سے جاہ و عزت کی طمع رکھتے ہیں اور جاہل متصوف سے جس نے نہ تو کسی مرشد کی صحبت میں رہ کر تربیت پائی ہو نہ کسی استاد سے ادب سیکھا ہو۔ اب یہ سوچ لیجیے کہ یہ پیرا ہن کس کس کو پورا آتا ہے اور ان تینوں

قسموں کے لوگوں سے ہم کس حد تک دور رہتے ہیں یا صرف اسی قسم کے لوگوں سے رابطہ رکھتے ہیں۔

حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "ایمان کی اصل تصدیق بالقلب ہے اور اس کی فرع احکامات حق کی پیروی" پھر کیا ہم نے احکامات حق کی پیروی کو شعار کیا ہے اور اگر عبادت کرتے بھی ہیں تو کیا تصدیق بالقلب کی عظمت کو چھوتے ہیں یا نہیں۔ کیا ہم جانتے ہیں کہ جب تک ہم دل سے خدا کی وحدانیت کے قائل نہ ہوں، جب تک ہمارا قلب توحید خداوندی کی گواہی نہیں دے گا، ہم اس کے احکام کے پوری طرح پابند ہی نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح نور مجسم، رحمت عالم، رسول انام صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی اگر ہم دل سے تصدیق کرتے ہیں تو ہم سنت کے خلاف کوئی کام کرنے کی جسارت کر ہی نہیں سکتے، بصورت دیگر ہمارا اعلان ایمان صرف "اقرار باللسان" کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت داتا صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
"جب وقت نماز ہو تو ایک ظاہری وضو کرتا ہوں اور دوسرا باطنی۔ ظاہری وضو پانی سے اور باطنی وضو توبہ سے"۔۔۔۔

## آپ کی تعلیمات پر عمل ہی آپ سے اظہار محبت کا بہترین طریقہ ہے۔۔۔۔۔

حضور داتا صاحب نور اللہ مرقدہ نے صحبت کے، سفر کے، طعام کے، چلنے پھرنے کے، سونے کے، کلام و خاموشی کے، سوال و ترک سوال کے، نکاح و تجرد کے آداب پر تفصیلی بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ اسلام زندگی کے مختلف شعبوں میں مسلمانوں کی کس طرح رہنمائی کرتا ہے، مگر ہم میں کتنے ہیں جو اسے اپنے عمل پر نافذ و رائج کرتے ہیں اور زندگی کو خدا کے احکام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کشف المحجوب وہ کتاب ہے جس کے مطالعے کے شائق اجل صوفیہ اور باعظمت مشائخ طریقت رہے ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
"اگر کسی کا مرشد نہ ہو تو اس کتاب کے مطالعے کی برکت سے مل جائے گا"۔۔۔

ہم داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری دینے والوں کے لیے مقام غور ہے کہ ہم نے کشف المحجوب پڑھی ہے یا نہیں، اور پڑھی ہے تو کتنی مرتبہ پڑھی ہے، کیوں کہ اس میں اسرار حقیقت کے پردے یوں کھولے گئے ہیں کہ ہر دفعہ اور کئی پردے کھلتے ہیں۔





# حضرت مجدد الف ثانی شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

## آپ کا عرس مبارک صفر المظفر میں ہوتا ہے

علامہ اختر شاہ جہان پوری

حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز (متوفی ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) ان مخصوص بزرگان دین اور اولیائے کاملین میں سے ہیں، جنہوں نے انتہائی ناساعد حالات میں خدمت اسلام و حفاظت دین کا مقدس فریضہ ادا کیا اور بد مذہبی اور بے دینی کے بپھرے ہوئے سیلاب کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوئے۔ ایسے بزرگان کو اصطلاح شرع میں مجدد کہا جاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے اپنے دور میں جس انداز سے تجدیدی کارنامہ انجام دیا، وہ تاریخ کی معتبر کتابوں اور خود آپ کے مکتوبات شریفہ سے واضح ہے۔ آپ ایک متبحر عالم، عظیم المرتبت شیخ طریقت، صاحب کشف و کرامات بزرگ، قلم کے دھنی، بلند پایہ ادیب، عظیم محقق، بے باک مجاہد، صاحب نظر مفکر اور نبض وقت کی رفتار پر ہاتھ رکھنے والے دانش ور تھے۔ اسی لیے وقت آنے پر آپ نے سرمایہ ملت کی نگہبانی کے لیے تن، من، دھن اور پوری صلاحیتوں کو وقف کر دیا تھا۔ اکبری دور میں بے دینی کا سیلاب امڈ آیا تھا اور حکومت کی سرپرستی میں شعائر اسلام کو مٹا کر ان کی جگہ شعائر کفر کی ترویج کی جا رہی تھی۔ علماء کا ایک گروہ اس نارواحرکت میں حکومت کا ہاتھ بٹا رہا تھا اور اس کی بے دینی پر شریعت کی تصدیقی مہر ثبت کرتا رہتا تھا۔ غلط کار صوفیہ نے تصوف کو غیر اسلامی رنگ میں پیش کرنا اپنا شعار بنا رکھا تھا، روافض علیہم اپنا دام ہم رنگ زمین بچھا رہے تھے، بدعات کے ہمہ گیر سیلاب نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا، اہل اسلام کے گھروں میں کفار و مشرکین کی رسوم گھستی جا رہی تھیں۔

اس نازک دور میں جب کہ حکومت، علمائے سوء اور غلط کار صوفیہ اس ساری خرابی کے ارکان ثلاثہ بلکہ علم بردار بنے ہوئے تھے، کشتی ملت بے دینی کے سیلاب میں گھری ہوئی ہچکولے کھا رہی تھی، ساحل حد نظر سے دور اور باد مخالف کا زور تھا تو ملت اسلامیہ کی اس بے کسی پر کڑھنے والے تو

بہت تھے لیکن کشتیِ ملت کی ناخدائی کا فریضہ انجام دینے، مردِ میدان بننے اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی کوئی جرأت نہیں کر سکا تھا۔ اس کس مپرسی کے عالم میں سرہند شریف سے محمدی کچھار کا ایک فاروقی شیر گرجتا، دندناتا اور بلبلاتا ہوا اٹھتا ہے۔ میدان کارزار میں کودتا اور خرابی کے ارکانِ ثلاثہ سے پنجہ آزما و معرکہ آرا ہوتا ہے، سننے والوں نے سنا کہ اس مردِ میدان کی آمد کے وقت فضاؤں میں یہ نغمہ گونج رہا تھا:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

آپ نے کارِ تجدید شروع کیا تو علمائے سوء نے بادشاہ نورالدین جہاں گیر کے کان بھرنے شروع کیے، حق صداقت کے راستے میں بساط بھر روڑے اٹکائے، نوبت بایں جا رسید کہ دورِ ابتلا شروع ہو گیا اور اس ناخدائے کشتیِ ملت کو قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔ لیکن سرمایۂ ملت کا یہ نگہبان ہر حالت میں خدمتِ دینِ متین اور خیر خواہیِ مسلمین کا کام کرتا رہا۔

آپ کی ان تھک کوشش، مسلسل جدوجہد اور صداقت آخر کار رنگ لائی۔ وہی جہاں گیر جو آپ کو گوالیار کے قلعے میں محبوس رکھنا ضروری سمجھتا تھا، جب اس کی آنکھوں کے آگے سے پردہ ہٹا، صداقت و حقانیت نے اسے اپنا رنگ دکھایا تو مخالفت کو چھوڑ کر معتقد بن گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلامی شعائر کا احترام ہونے لگا، شعائرِ کفر بند ہونے شروع ہو گئے، علمائے سوء اور غلط کار صوفیہ نے راہِ راست اختیار کر لی اور بعض ملکِ عدم کو سدھار گئے، غرض کہ گلشنِ اسلام میں پھر بہار آ گئی۔

فرمانِ رسالت ہے: يُجَدِّدُ لَهَا أَمْرَ دِيْنِهَا ........

"مجدد اس امت کے لیے اس کے دین کو تر و تازہ کر دیا کریں گے"........

اکبری دور میں لوگ حیران و پریشان تھے کہ متحدہ ہندوستان کے اندر تو گلشنِ اسلام نہ صرف خزاں رسیدہ بلکہ پامال ہونے کے قریب جا پہنچا تھا یہ کس طرح تر و تازہ ہو گا؟ حضرت امام ربانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خزاں گلشن کو بہاروں سے ہمکنار کر کے سدا بہار بنا کر دکھا دیا:

ابرِ رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر میں شانِ کریمی ناز برداری کرے





# درسِ تصوف — اخلاص

﴿حضرت علامہ صاحبزادہ سلطان محمود نقشبندی﴾

اللہ رب العزت نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اسے زندگی گزارنے کے لیے نصب العین دیا۔ انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اللہ کریم نے انبیاء و رسل کو مبعوث فرمایا۔ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر جناب عیسیٰ روح اللہ تک مختلف اوقات میں انبیاء و رسل تشریف لاتے رہے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو منزل آشنا کرتے رہے۔ سب سے آخر میں اللہ جل مجدہ الکریم نے اپنے پیارے محبوب، دانائے غیوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سر پر ختمِ نبوت کا تاج سجا کر بھیجا اور جامع نصابِ زندگی بھی عطا فرمایا۔ حضور رحمت کونین ﷺ نے تشریف لا کر انسانیت کو مقصدِ حیات سے آگاہ کیا اور کامیاب زندگی گزارنے کے اصول عطا فرمائے۔ لوگوں کو خدا کی توحید و معرفت کا درس دیا۔ اللہ کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام جو پیغامِ خداوندی لے کر تشریف لائے وہ صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے ذریعے ہم تک پہنچا۔ جب ایک انسان کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کی دنیا و آخرت میں کامیابی کے لیے کافی ساری چیزیں ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں ان میں سے ایک اہم چیز اخلاص ہے۔ جس پر قرآن و حدیث میں بھی کافی زور دیا گیا ہے اور صوفیائے کرام نے بھی اخلاص کی اہمیت و فضیلت کو اجاگر کیا ہے۔

اخلاص کی تعریف امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ ارادے کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کی جائے یعنی وہ عبادت کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرے کوئی اور مقصد نہ ہو۔ نہ تو مخلوق کے لیے بناوٹ ہو نہ لوگوں سے تعریف کی خواہش ہو بلکہ اللہ کریم کے قرب کے علاوہ کوئی دوسری بات پیشِ نظر نہ ہو۔ قرآن مقدس میں اللہ رب العزت اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے۔

قل انّ صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للّٰہ رب العالمین

ترجمہ: اے محبوب ﷺ آپ فرما دیجئے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کی رضا کے لیے۔

انسان جو بھی کام کرے خالصتاً اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے کرے۔ علمِ دین حاصل کیا جائے تو

اللہ کی رضا کے لیے۔ درس و تدریس کی جائے تو اللہ کی رضا کے لیے۔ کسی غریب و مسکین کے کام آیا جائے تو اللہ کی رضا کے لیے۔ کسی سے محبت کی جائے تو اللہ کی رضا کے لیے۔ جہاد کیا جائے تو اللہ کی رضا کے لیے۔ سخاوت کی جائے تو اللہ کی رضا کے لیے۔ دینی و مذہبی محافل کا اہتمام کیا جائے تو اللہ کی رضا کے لیے، کوئی تحریر لکھی جائے یا تقریر کی جائے تو اللہ کی رضا کے لیے۔ غرض یہ کہ ہر کام میں رضائے الٰہی کو مطمع نظر بنایا جائے کیونکہ ہر عمل کی مقبولیت کے لیے نیت کا خالص ہونا شرط ہے۔ اخلاص کا تعلق باطن سے ہے۔ دل سے ہے۔ شریعت کا تقاضا ہے کہ ہمارا ظاہر و باطن ایک ہو۔ اعمال میں ظاہری حرکات و سکنات ہوں لیکن باطن میں خلوص نہ ہو تو قبولیت نہیں۔ انسان نماز پڑھے، سردی، گرمی برداشت کرے لیکن ریا کاری اور دکھلاوے کے لیے ادائیگی نماز ہو تو بیکار ہے۔ انسان مال خرچ کرے سفر کی صعوبتیں برداشت کرے۔ حج کے لیے جائے، مقصود دنیا کو دکھانا ہو تو سارا سفر بے کار ہے۔ انسان سخاوت کے دریا بہادے، پیسے کو پانی کی طرح بہادے فلاحی کام بھی کرے۔ مذہبی کام بھی کرے، لیکن نیت خالص نہ ہو تو کوئی فائدہ نہیں۔ غرضیکہ ہر عمل میں اخلاص کا ہونا شرط ہے۔ قرآن مقدس میں اللہ رب العزت نے نیت کے خالص ہونے کے متعلق فرمایا:

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماء ھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم۔

ترجمہ: اللہ کی بارگاہ میں قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے تمہاری طرف سے۔

احادیث مبارکہ میں بھی حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ لا ینظر الی صُورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم

(مسلم شریف)

ترجمہ: بے شک اللہ کریم تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

کوئی بھی عمل کیا جائے حصول رضائے الٰہی کے لیے کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ عمل بظاہر بڑا بھی ہو، مشقت والا بھی ہو، لیکن نیت کے درست ہونے کی وجہ سے سارا عمل بے کار ہو جائے کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے۔

انم الاعمال بالنیات (بخاری شریف)





ترجمہ: تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

نیت سے نتیجہ میں بڑا فرق پڑتا ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ ایک صحابی رسول ﷺ نے مسجد نبوی کے باہر ایک کلہ گاڑھا تاکہ نمازی حضرات اس کے ساتھ اپنی سواریاں باندھیں۔ ایک اور صحابی نے وہ اکھیڑ دیا۔ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں شکایت ہو گئی۔ تو تاجدار کائنات ﷺ نے دونوں سے وجہ پوچھی تو جس صحابی نے لگایا تھا انھوں نے عرض کی کہ میں نے اس لیے گاڑھا تھا تاکہ نمازی اپنی سواریاں باندھیں۔ جس نے اکھیڑا انھوں نے عرض کی میں نے اس لیے اکھیڑا تاکہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔ تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: دونوں نے ٹھیک کیا ہے۔ غور کریں عمل مختلف ہے۔ ایک کلہ گاڑھ رہا ہے، ایک اکھیڑ رہا ہے۔ لیکن نیت خالص ہے۔ درست ہے تو دونوں کا عمل مقبول ہے۔ انسان کا مقصد اعلیٰ ہونا چاہیے۔ نیت درست ہونی چاہیے۔ کوئی بھی کام کیا جائے رضائے الٰہی کا حصول مقصود ہونا چاہیے۔ کیونکہ جو بندہ اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اللہ کریم اسے اپنی محبت کا مژدہ اور خوشخبری سناتا ہے۔ حدیث قدسی ہے:

وَجَبَت محبتی للمحابین فی والمتجالسین فیّ والمتزاورین والمتباذلین فی

ترجمہ: میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہے جو باہم محبت کرتے ہیں۔ میری رضا کے لیے اور باہم مجالس کا اہتمام کرتے ہیں میری رضا کے لیے۔ ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں میری رضا کے لیے اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں میری رضا کے لیے۔ دوستی اور دشمنی کا معیار بھی رضائے الٰہی کی خاطر ہونا چاہیے۔ مجالس و محافل کا اہتمام بھی اللہ کی خوشنودی کے لیے ہونا چاہیے۔ ایک دوسرے کی ملاقات، علماء سے، صالحین سے ملاقات بھی اللہ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے اور راہ خدا میں خرچ کیا جائے، غرباء و مساکین پر، مدارس دینیہ پر خرچ کیا جائے تو مقصود حصول رضائے الٰہی ہونا چاہیے۔ صوفیائے کرام نے بھی اپنے متبعین کے باطن کی طہارت و پاکیزگی پر کافی زور دیا ہے اور اپنے ماننے والوں کو اخلاص نیت کا درس دیا ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بندہ ظاہر میں عبادت کی کوشش کرے لیکن ارادے اور نیت میں سقم اور فساد ہو اس وقت تمام عبادات نافرمانی میں بدل جائیں اور دنیا اور آخرت کے عذاب

میں مبتلا ہو۔ لہٰذا چاہیے کہ عبادات کو اخلاص، تقویٰ اور سچی نیت کے ساتھ مزین کرے۔ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ رسالہ قشیریہ میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو بندہ چالیس دن تک اخلاص سے عبادت کرتا رہے اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر پھوٹنے لگتے ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ عوارف المعارف میں لکھتے ہیں۔ حضرت سالم بن عبداللہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بار لکھا۔ اے عمر! یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ کی مدد بندے کی نیت کے مطابق ہوتی ہے۔ بندے کی نیت اگر کامل ہے تو اللہ کی مدد بھی کامل ہے بندے کی نیت میں اگر کوئی قصور یا کوتاہی ہے تو اس کی مدد بھی اسی طرح ہوگی۔ مزید فرماتے ہیں اگر کسی کو نیک نیتی پر عمل کرنے کی توفیق نہ ہو تو وہ ایسے شخص کی صحبت میں رہے جو اسے حسن نیت سکھا دے۔ صاحب عوارف المعارف فرماتے ہیں۔ مرید کے لیے مناسب ہے کہ وہ ہر کام میں اللہ کے لیے نیت کرے، پیئے تو اللہ کے لیے، کھائے تو اللہ کے لیے، پہنے تو اللہ کے لیے۔ تو اللہ کے لیے اچھی نیت سے خوشبو لگائی جائے۔ اچھی نیت سے عمدہ لباس پہنا جائے۔ بعض صوفیائے کرام نماز کے لیے اچھا اور عمدہ لباس پہنا کرتے تھے۔ اس سے ان کی نیت اور مقصود یہ تھا کہ وہ اللہ کا قرب حاصل کریں۔ ہر مرد کامل اپنے مریدین کو نیت کے اخلاص کا درس دیتا ہے۔ حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اپنے نئے آنے والے طلباء کو لیکچر دیتے ہوئے فرماتے تھے (چونکہ میری علمی نسبت بھی بھیرہ شریف کے ساتھ ہے)۔ اگر تم یہاں اس لیے آئے ہو کہ یہاں پڑھ کر ہم اعلیٰ قسم کی نوکری حاصل کریں گے، پروفیسر بنیں گے، فوج میں جائیں گے تو ابھی سے اپنا راستہ تبدیل کرو، تم یہاں پڑھو نیت اللہ کی رضا ہو، دین کی تبلیغ ہو، اگر تمہارا مقصد اللہ کی رضا ہوگی تو ساری چیزیں تمہیں خود بخود مل جائیں گی۔ الغرض تمام صوفیائے کرام نے رضائے الٰہی کے حصول کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا اور لوگوں کو بھی یہی درس دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنی رضا و خوشنودی کے مطابق گذارنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے قول و فعل میں تحریر و تقریر میں اخلاص نصیب فرمائے۔ آمین



# پیر غلام محی الدین غزنوی علیہ الرحمہ



آفتاب علم و حکمت واقف رموز حقیقت سراج الاولیاء مرشد کریم

# پیر محمد علاؤ الدین صدیقی

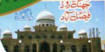
بتاریخ
**17**
نومبر 2017ء
جمعۃ المبارک

پروگرام انشاءاللہ
آغاز تقریب سعید 11 بجے
نماز جمعۃ المبارک 1 بجے

عظیم الشان · روح پرور · ایمان افروز · عقیدت

# سالانہ عرسِ مبارک

مرکزی جامع مسجد محی الدین
سدھار
جھنگ روڈ
فیصل آباد



زیرِ صدارت و درسِ مثنوی



وارثِ نسبتِ صدیقیہ عالمی مبلغ اسلام حضرت علامہ

# خواجہ پیر محمد نور العارفین صدیقی صاحب

چیئرمین محی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل

چیئرمین




خدام محی الدین ٹرسٹ انٹرنیشنل فیصل آباد

## محمد عدیل یوسف صدیقی

مدیر: ماہنامہ محی الدین فیصل آباد
خطیب: جامع مسجد محی الدین سدھار
0321-7611417

